OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

کشمیر میں عہد سلاطین میں فارسی ادب کی ترویج

Promotion of Persian Literature in Kashmir under the Sultans

Dr. Shabnum Gull
Research Associate, Institute of Kashmir Studies, University of AJ&K Muzaffarabad.
Email: shabnumkhanzadi@gmail.com

Dr. Najma Zahoor
Research Scholar Institute of Kashmir Studies, University of AJ&K Muzaffarabad.

Dr. Anbreen Khawaja
Associate Professor, Institute of Kashmir Studies, University of AJ&K Muzaffarabad.

Received on: 04-07-2024 Accepted on: 08-08-2024

Abstract

This paper is about the Persian literature which promoted in Kashmir during Shamir and Chak dynasty. Central Asian missionaries played their vital role for the promotion of Persian language and literature. The great mystic Syed Ali Hamdani changed the putrid society of Kashmir by true preaching of Islam. Islam introduced in the valley of Kashmir long before the period of the Muslim rule in Kashmir. Islamic missionaries and military adventurers from Persia came into Kashmir and preached the doctrine and teachings of Islam to the Kashmiris. They built many centers; in these centers of learning's Persian was the language and literature of conversation at public level to change the entire prospect of Kashmir. Persian language and literature was highly impressive language at that time. The credit for laying the concrete foundation of Persian goes to Shamir's period who played a significant role to promote epistemic and Persian literature. After the downfall of Shamir's dynasty Chak ruled on Kashmir and worked hard to flourish Persian language and literature in Kashmir. In this paper we will try to find the epistemic and literary work which had done during the Shah Miri and Chak period in Kashmir.

Keywords: Kashmir, Central Asia, Sultans, Persian Literature and Language.

تعارف:

کشمیر جو اپنی خوبصورتی کی وجہ سے پوری دنیا میں مشہور ہے اس کی خوبصورتی کو چار چاند اس وقت لگے جب یہ خطہ اسلام کے نور سے منور ہوا اور جہاں پر اسلامی تہذیب و تمدن کا آغاز ہوا۔ ۱۳۲۰ میں رینچن شاہ نے اسلام قبول کر کے صدر الدین کے نام سے اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی مگر ۱۳۲۳ میں اس کی وفات کے بعد وادی ایک مرتبہ پھر ۱۳۳۹ تک کفر و شرک کی تاریکیوں میں ڈوب گی اگرچہ کشمیر میں اسلام کی کرنیں پھیل چکی تھیں۔ ۱۳۳۹ میں شاہ میر نے باقاعدہ اسلامی حکومت قائم کر کے عہد شاہ میر کا آغاز کیا۔ جو ۱۵۵۵ تک جاری رہا۔ یہ دور

جو ۲۱۶ سال پر محیط ہے اس عہد میں نہ صرف تہذیب و تمدن تبدیل ہوا بلکہ یہاں فارسی علم و ادب کو بھی فروغ ملا۔ شاہ میری عہد میں جو درخشندہ ستارے منظر عام پر آئے اور جن کی بدولت کشمیر نے ہر میدان میں ترقی کی ان میں سے سلطان شمس الدین، سلطان شہاب الدین، الدین، سلطان سکندر بت شکن، سلطان علی شاہ، سلطان زین العابدین، سلطان حیدر شاہ اور حسن شاہ شامل ہیں۔

فارسی زبان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کی آمد کے ساتھ ہی کشمیر میں داخل ہوئی تھی۔ لیکن یہ تقریباً ایک صدی بعد سلطان سکندر اور سلطان زین العابدین کے دور میں تھا کہ ایشیا کی میٹھی ادبی زبان نسل سکندر نے حاصل کی اور کار اڈار سم الخط رائج رہا۔ اس میں ملا احمد، سید محمد، امین، متقی اویس یا ویس کشمیری، ملا ندیمی بزرگ، ملا فصیحی، ملا ملیحی، ملا جمیل، ملا احمد رومی، ملا نور الدین، ملا علی شیر ازی، جیسے علماء اور شاعروں کی موجودگی تھی۔ ملا نادری، ملا حسین چزنوی اور دیگر، زین العابدین اور اس کے جانشینوں کے دربار میں، جس نے فارسی کی جڑیں کشمیر کی سرزمین میں گہرائی تک پیوست کر دیں[1]

سلطان شمس الدین کے سامنے سب سے مقدم کام ذہنی تربیت اور تعلیم کا تھا۔ اس سلسلے میں فارسی ذریعہ اظہار کے طور پر ملک میں رائج ہوئی اور اطراف واکناف سے علماء و فضلاء اور صاحب قلم کشمیر میں بڑی تعداد میں آنے لگے لیکن شمس الدین کو علم و ادب کو فروغ دینے کے بہت ہی کم مواقع نصیب ہوئے۔ اس کا انتقال ۱۳۴۲ میں ہوا۔ سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہانگرو اسی زمانے میں کشمیر آئے کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد واپس اپنے وطن بخارا لوٹ گئے۔

سیدوں کے ایک میزبان کی آمد سے کشمیر کے لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی مزید حوصلہ افزائی ہوئی۔ ان میں ممتاز بخارا کے سید جلال الدین تھے جو شیخ رکن الدین عالم کے شاگرد مخدوم جہان گشت کے نام سے مشہور تھے اور 748ھ میں یہاں پہنچے اور مختصر قیام کے بعد کشمیر سے چلے گئے[2]

سلطان شہاب الدین کے دور میں للہ عارفہ اور شیخ نور الدین رشی مشہور شعرا تھے۔ سید علی ہمدانی بھی اسی دور میں کشمیر تشریف لائے۔ سلطان شہاب الدین کے دور میں ملا احمد نے فتویٰ شہابی مرتب کی۔ ملا احمد بڑ شاہ کے درباری شاعر تھے۔ شاہ ہمدان کے کہنے پر سلطانشہاب الدین نے پہلا مدرسہ قائم کیا تھا۔ جس کا نام مدرسۃ القران رکھا گیا۔[3]

سلطان قطب الدین نے ایک مدرسہ قطب الدین پورہ میں قائم کیا، شیخ سیلمان امام القراء اسی مدرسے کے فارغ التحصیل تھے۔ سلطان قطب الدین کا دور کشمیر میں فارسی زبان و ادب اور علم و سخن کے آغاز کا دور ہے۔ اسی عہد میں قطب الدین پورہ علم و فن، ادب و شاعری کا مرکز بنا سلطان قطب الدین نے ایک دار العلوم بنایا جو سکھوں کے عہد تک رہا جس میں فارسی ادب اور شاعری کو فروغ ملا۔ قاری پیر حاجی محمد قادری اس ادارے کے سربراہ تھے۔ ایک طویل مدت تک اس دور کے مشہور و معروف اساتذہ، علماء و فضلاء اس مدرسے میں اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ممتاز فلسفی شاعر ملا محسن فانی اور عبد الستار مفتی یہاں درس دیتے رہے۔ ایک ادارہ عروۃ الوثقیٰ کے نام سے موسوم تھا، جیسے جمال الدین محدث دہلوی نے قائم کیا۔ سلطان قطب الدین ایک صاحب علم اور باذوق شاعر تھا سلطان نے سولہ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۳۴۹ء

میں وفات پائی۔[4]

سلطان قطب الدین کے زمانے میں تمام مذاہب کے لوگوں کو تحریر و تقریر کی پوری آزادی حاصل تھی کیونکہ وہ خود بھی علم دوست اول درجے کا تھا اکثر عالموں فاضلوں اور شاعروں کی صحبت میں رہتا تھا۔ باوجود انتظامی معاملات کے اکثر مطالعہ میں مصروف رہتا۔ طبع بھی موزوں رکھتا تھا۔ بلکہ شاعرانہ مذاق کا بھی اس میں اعلیٰ درجہ کا تھا۔ قطب الدین کے دور کو علمی اور ادبی لحاظ سے کشمیر کا نمایاں دور تصور کیا جاتا ہے کیونکہ سید علی ہمدانی نے اس دور میں اپنی بے پناہ کوشش اور لگن سے وادی کے کونے کونے میں حصول علم کے لیے ادارے قائم کیے۔ کشمیر میں اسلامی تعلیمات کو صحیح معنوں میں پھیلانے میں سید علی ہمدانی اور ان کے ساتھ آنے والے سات سو سادات کا اہم کردار ہے۔ سید علی ہمدانی ۱۳۷۲ء میں پہلی مرتبہ دوسری مرتبہ ۱۳۸۱ء اور تیسری مرتبہ ۱۳۸۵ء میں تشریف لائے۔ حضرت سید علی ہمدانی نے فارسی اور عربی میں بہت سی تصنیفات لکھیں ان میں اکثر چھوٹے چھوٹے رسائل پر مبنی ہیں تحائف الابرار میں مذکور ہے کہ آپ کی ۱۸۰ تصانیف ہیں۔ جس میں ذخیرۃ الملوک چہل اسرار اور منہاج العارفین بہت مشہور ہوئی ہیں۔[5] سید علی ہمدانی کی چہل اسرار چالیس غزلوں کا مختصر مجموعہ ہے ان غزلوں میں توحید باری تعالیٰ اور حب محبوب کبریا کے حوالے سے توحید وجودی اور توحید شہودی کے اسرار و معارف اور روحانی ترقی کے رموز اور حقائق کو بیان کیا ہے۔ ان غزلوں میں خودی خوداری، بے خودی، دل کی کرامات، معجزات کا بیان اور الہامی انداز میں ان کی ترجمانی کرتا ہے۔ سعدی، شیرازی، مولانا رومی جامی، عراقی کی کیفیات اور تعلقات بے انتہا عشق کو اشاروں اور کنایوں میں بیاں کیا ہے۔[6] سید علی ہمدانی اور سات سو سادات نے کشمیر میں فارسی علوم و فنون کو رواج دیا اور کشمیر کو علم و ہنر کا گہوارہ بنایا۔ ذخیرۃ الملوک ۱۰ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس میں سماجی، سیاسی اور حکمرانی کے آداب اور اخلاقیات کے بارے میں تعلیمات موجود ہیں۔ ذخیرۃ الملوک کا مطلب بادشاہوں کا ذخیرہ ہے۔ یہ فارسی زبان میں ہے اس کا ترجمہ فرانسیسی، لاطینی، ترکی، اردو اور کشمیری زبان میں ہو چکا ہے۔ سید علی ہمدانی نے بہت سے رسالے تصنیف کیے جو عربی اور زیادہ تر فارسی زبان میں ہیں۔ سید علیؒ ہمدانی کے رسالوں میں معرفت زہد، رسالہ اورادیہ، چہل حدیث ذکریہ، قدوسیہ، ار بعنیحواطریہ، اور احادیث شامل ہیں یہ سب سرینگر ریسرچ کے محکمہ کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ فارسی میں آپ کے رسالوں میں منہاج العارفین مکتوبات، حلمشکلات، ذکریہ، فقریہ، اخلاقیہ، کشف الحقائق، اصطلاحات، نورالدین جعفر میراۃ التابین، مشبیہ فتوتیہ اور مناجات شامل ہیں۔ ان میں مراۃ التابین نامکمل ہے۔

عبد القادر سروری لکھتے ہیں کہ آپ کی مزید کتب میں مجموعہ احادیث، شرح الاسمائ حسنیٰ، ذخیرۃ الملوکشرح فصوص الحکم، شرح قصیدہ الامیر ابن فارص، آداب المریدین، اوراد فتحیہ، رسالہ عقلیہ، رسالہ وجودیہدرویشہ، حمدانیہ، مشارب الازواق، سیر الطابین، مکتوبات، اعتقادیہ، نوریہ خضریہ، معرفتذہدوارادت امیریہ شامل ہیں۔[7] شاہ میری دور میں سلطان سکندر کو بھی علم و ہنر سے گہری دل چسپی تھی جب وہ تخت نشین ہوا تو اس نے بھی علم و فن کے لیے بہت کام کیا تھا یہی وجہ ہے کہ کشمیر بہت تھوڑے عرصے میں علم و ہنر کا گہوارہ بن گیا۔ سلطان سکندر علم دوست انسان تھا انہوں نے دوسرے ممالک سے نامور علماء و فضلاء بلائے اور اپنی جامع مسجد کے قریب ایک کالج تعمیر کروایا۔[8]

کشمیر میں علم وہنر کی شمعیں روشن کرنے میں وسط ایشیاء اور ایران سے آئے ہوئے لوگوں کا بہت بڑا کردار ہے جنھوں نے اپنے مشن کے ذریعے پورے کشمیر کو علم وہنر سے روشناس کروایا۔

چودھویں اور پندرہویں صدی میں وسطی ایشیا اور ایران سے سیدوں اور مبلغین اسلام کی آمد کے ساتھ انتظامی نظام آہستہ آہستہ تبدیل ہونا شروع ہوا[9]۔ سلطان سکندر کے عہد میں حضرت امیر کبیر کے فرزند سید میر محمد ہمدانی کشمیر آئے، آپ کے ہمراہ بھی علماء اور فضلاء کی خاصی تعداد کشمیر آئی۔ اس سے نہ صرف دین کو بلکہ فارسی زبان کو بھی خاصی ترویج و ترقی ملی۔ سہہ بٹ آپ ہی کے ہاتھ پر ایمان لایا اور ملک سیف الدین کے نام سے مشہور ہوا۔ سید میر محمد ساری زندگی کشمیر میں ہی رہے اور ان کے رفقائے نے اسلامی تعلیماتکی ترویج واشاعت میں بڑی خدمت انجام دی اور قدرتی طور پر اشاعت اسلامکے ساتھ ساتھ فارسی بھی پھلتی پھولتی رہی۔ اس کے دور کے دوسرے فارسی علماء ہیں سید تاج الدین بہقی سکندر کا بیٹا حاجی خان اور مولانا احمد وغیرہ قابل ذکر ہیں۔[10]

سلطان سکندر کے دور میں میر محمد ہمدانی نے آکر تمام برائیوں کو ختم کیا جو اس وقت معاشرے کا حصہ تھیں۔ اور اسلامی تعلیمات کو کشمیر میں متعارف کروایا۔ اپ کے آنے سے نہ صرف دین کو تقویت ملی فارسی ادب میں بھی کافی ترقی ہوئی۔ سکندر کے زمانے میں کشمیر آنے والے سیدوں میں سب سے اہم میر محمد ہمدانی تھے۔ وہ ایک علوی سید تھے۔ شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کے استعمال پر پابندی لگادی گئی۔ جوا کھیلنا، عورتوں کا ناچنا اور تفریحی مقاصد کے لیے آلات موسیقی بجانا منع تھا۔ ہندو خواتین کی طرف سے ستی کا رواج اور ہندو کی طرف سے ان کے ماتھے پر تلک لگانے کی بھی ممانعت تھی۔ مزید یہ کہ ان سے جزیہ دو تولہ یا آٹھ تولہ چاندی کے حساب سے وصول کیا جانے لگا۔ اور یہ دیکھنے کے لیے کہ ملک میں اسلامی قانون کا صحیح نفاذ۔[11] ہو، شیخ الاسلام کا نیا دفتر قائم کیا گیا

.اگرچہ شاہ میری دور حکومت میں تمام سلاطین علم وادب سے گہرا شغف رکھتے تھے مگر سب سے زیادہ کام سلطان زین العابدین کے دور میں ہوا۔ سلطان زین العابدین کا دور حکومت وسط ایشاء کے ممالک کے ساتھ کشمیر کے گہرے اور قریبی روابط کا سنہرا دور کہلاتا ہے۔ سلطان علماء و شعراء کی سرپرستی اور علم وادب کی ترقی اور اشاعتمیں ذاتی دلچسپیر کھتا تھا، اس کی قائم کردہ لائبیریری ایران اور ترکستان کی لائبیریوں کی برابری کرتی تھی۔[12] سلطان زین العابدین کے دور میں کشمیر کی شہرت ہندوستان سے گزر کر بلخ بخارا عرب خراسان اور ایران تک جا پہنچی تھی۔ جس کی وجہ سے علماء فضلاء اور صاحب کمال خود بخود کھچے چلے آرہے تھے۔ زین العابدین نہ صرف علم وادب کی سرپرستی کرتا بلکہ خود بھی کہیں زبانوں کا عالم وفاضل تھا۔ زین العابدین علم وادب میں بھی مہارت تامہ رکھتا تھا اس کو متعدد زبانوں کے علاوہ تبتی، فارسی، سنسکرت اور ہندی زبان پر عبور حاصل تھا۔[13] شاہ میری دور جو تقریبا دو سو سولہ سال تک جاری رہا فارسی ادب کی سرپرستی ہوتی رہی خصوصیت سے سلطان زین العابدین نے کشمیری ادب پر خاص توجہ دی۔ بڈشاہ نے سنسکرت اور دوسری کتابوں کا اپنے قائم کردہ دارالترجمہ سے فارسی میں ترجمہ کرایا۔ دارالترجمہ میں بہت سے علماء ترجمے کا کام سرانجام دیتے تھے۔

زین العابدین نے فارسی میں دو کام لکھے۔ پائروٹیکنکس پر ایک مقالہ، جس میں آتش بازی کی تیاری کی وضاحت کی گئی ہے، ایک مکالمے کی شکل

میں،اور شکیات جوانسانی باطل کو سامنے لاتی ہے اور دنیا کی نقل مکانی کرتی ہے۔ بعض قرون وسطیٰ کے مورخین تاہم، پہلی تصنیف کی تصنیف ایک حبیب سے منسوب کرتے ہیں۔ دوسرا کام سلطان نے اپنی زندگی کے آخر میں اس وقت لکھا جب وہ اپنے بیٹے کے باہمی جھگڑوں اور اس کے نتیجے میں ہونے والی[14] بغاوتوں اور اپنے وزیروں کی بے وفائی کی وجہ سے بہت پریشان اور مایوس تھا۔ بحیثیت شاعر وہ قطب کے عنوان سے لکھتے تھے۔

سلطان نے فارسی زبان میں دو کتابیں بھی لکھی تھیں ان میں سے ایک آتش بازی کی صنعت پر ہے اور دوسری سلطان کی زندگی کے آخری دور کی عکاسی کرتی ہے۔ جس کا نام شکایت ہے۔اس کتاب میں سلطان نے اپنے لڑکوں کی باغیانہ روش اور اپنے بعض اراکینسلطنت کی موقع پرستی و بد دیانتی کا تزکرہ بڑے دردناک انداز میں کیا ہے۔پنڈت زونراج لکھتا ہے کہ سلطان زین العابدین فارسی میں شعر کہنے کا بھیملکہ رکھتا تھا۔[15] سلطان نے بہت سے دارالعلوم قائم کروائے اور انہی دارالعلوم کے بیشتر اساتذہ بھی دارالترجمہ میں خدمات سرانجام دیتے تھے،اس دارالعلومکاذریعہ تعلیم فارسی تھا زین العابدین کی درباری اور نظم ونسق کی زبان فارسی تھی۔ سنسکرت سے تراجم کے لیے سوم پنڈت اور بودھی بٹ کی خدماتحاصل تھی یہ پنڈت فارسی اور عربی کے عالم تھے ملا احمد کشمیرینے ان کی مدد سے مہابھارت اور پنڈت کلہن کی مشہور تاریخ راج ترنگنی کا ترجمہ بھی کیا تھا۔ویدوں اور شاستروں کے بھی فارسی میں تراجم ہوئے۔ کتھا سرت ساگر کا ترجمہ بھی ملا احمد کشمیری نے بحر الاسمار کے نام سے فارسی میں کیا تھا۔[16]

بڈشاہ نے تعلیم کی ترقی اور ترویج کے لیے بہت زیادہ کام کیا، اس نے تعلیمی درسگائیں قائم کیں جہاں مفت تعلیم دی جاتی تھی اس کے علاوہ طلبہ اور اساتذہ کے اخراجات کے لیے جاگیریں وقف کیں۔ فارسی زبان کی ترقی کا سلطان کو اس قدر شوق تھا کہ وہ پنڈت لڑکوں کو وظیفہ دے کر مدرسوں میں شریک کرواتا تھااور تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد انہیں اعلیٰ عہدوں پر مقرر کرتا تھا۔ سلطان کے دارالترجمہ کاافسر اعلیٰ ایک برہمن کشمیری سوم پنڈت تھا جس کے ماتحت بڑے بڑے مسلمان علماء تھے۔ سوم پنڈت کشمیری، سنسکرت اور فارسی میں کمال مہارت رکھتا تھاہندی اور کشمیری زبان کا شاعر بھی تھا، اس نے زینہ حرب سلطان کے حالات پر ایک کتاب لکھی۔[17]

بڈشاہ کے دور میں مختلف کتابوں کا فارسی میں ترجمہ ہوا۔اس کے دربار سے مختلف علماء اور ادباء متصل تھے جو تعلیم وتربیت میں مشغل رہتے تھے۔ تعلیم وتربیت کے لیے بڑی بڑی درسگاہیں قائم کیں جہاں مفت تعلیم دی جاتی تھی، حکم ذوق اور طیب کے حامل جگہ جگہ سے بلوا کر کشمیر میں علم طب کو رواج دیا۔[18] بڈشاہ تیمور کے دربار میں قیام کی وجہ سے مختلف فنون میں مہارت رکھتا تھا، فارسی ادب کی وجہ سے بڈشاہ کا دور حکومت سنہری دور کہلاتا ہے ایک دارالعلوم نوشہرہ میں بھی قائم کیا اسکی زبان بھی فارسی تھی، اس ادارے میں مولوی کبیر فارسی اور عربی علوم کی اشاعت کرتے تھے۔

بڈشاہ نے نوشہرہ میں ایک ادارہ قائم کیا اور اس کے پرنسپل مولوی کبیر تھے۔ان کے بعد، ملا پارسا اور ملا محمد، ملا نادری، قاضی حمید الدین وغیرہ شامل ہیں۔ ملا نادری اور قاضی حمید الدین وہاں درس دیا کرتے تھے،ان دونوں نے تاریخ کشمیر کے حوالے سے الگ الگ کتابیں لکھیں

ہیں۔[19] حاجی باباداد ہم نے کشمیر کے اولیاءاور صوفیاء کے حالات فارسی زبان میں مرتب کیے ہیں۔ بڈشاہ کے دور میں سنسکرت کتب کے ترجمے فارسی میں کرنے کے لیے بہت سے ادارے کام کر رہے تھے جن کی نگرانی بڈشاہ خود کیا کرتا تھا۔ بڈشاہ کے دور میں جن سنسکرت کتابوں کے ترجمے فارسی زبان میں ہوئے ان میں : ا۔ وقائع کشمیر، ملااحمد کشمیری، ۲۔ ترجمہ مہابھارت مترجم ملااحمد سوم پنڈت، ۳۔ شرح کلام شیخنور الدین، مترجم ملااحمد کشمیری، ۴۔ ترجمہ وش اوتارچرت، مترجم نامعلوم شریورز کرنے کیا۔ ۵۔ شرح وریہہ ہت کتھا سرا، شریور۶۔ شرح ہاٹ کیشورسم ہتھا، شریور شامل ہیں۔ بڈشاہ کے عہد میں فارسی کی تصانیف ا۔ تاریخ کشمیر، ملا نادری، ۲۔ تاریخ کشمیر، قاضی حمید، ۳۔ مقامات۔ حاجی باباداد ہم ۴۔ دیوان اویسی۔ سید محمد امین۔ ۵۔ کفایہ منصوری، محمد ابن یوسف شامل ہیں۔[20] سلطان زین العابدین نے کشمیری ہندووں کو فارسی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کی طرف راغب کیاتاکہ کشمیری ہندووں اور مسلمانوں کے درمیان یکجہتی پیدا ہواور اتحاد کارشتہ مضبوط ہو جائے۔ اس کے علاوہ سلطان نے ہزاروں مفید کتابیں اپنے دارالترجمہ میں سنسکرت سے فارسی میں منتقل کروائیں۔ ان گراں بہا تصانیف میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ زینہ ترنگی، پنڈت زونراج۔ زینہ راج ترنگی، شریور پنڈت۔ زینہ پر کاش، پنڈت اوتار بٹ۔ شرح مہابھاشے، پنڈت جلی۔ ایشور شاتک، اوتار بٹ۔ پرتھوی راج وجے، زونراج۔ مانک، سوم بٹ (موسیقی پر) لوک پر کاش۔ لغت، شری کٹھ چرت۔ پنڈت کلہن کا ہمعصر۔ زین، یودھ بٹ (علم موسیقی)۔ وقائع کشمیر، ملا احمد۔ ترجمہ مہا بھارت، ملا احمد اور سوم بٹ، وش اوتار۔ نامعلوم، شریور۔ تاریخ کشمیر، ملانادری قابل ذکر ہیں۔[21] بڈشاہ کے دربار میں مسلمان علماء وفضلاء کے علاوہ جو غیر مسلم سکالر، مورخ اور فلاسفر وابستہ تھے ان میں پنڈت شیوبٹ، ماہر طب، پنڈت زونرجتاریخ دان، پنڈت یودہ بٹعالم اور مترجم، پنڈت سداشیوماہر نجوم، پنڈت ہرپال کولماہر قانون، پنڈت مادہو کولعالم اور قانون دان، پنڈت کشن کولسنسکرت اور فارسی کا عالم، تلک اچاریہبدھ مت کا پیروکار عالم، پنڈت روپہ بٹریاضی دانااور پنڈت سداشامل ہیں۔ ملااحمد کشمیری بلند پایہ عالم، شاعر اور مورخ تھے مہابھارت کا سب سے پہلا فارسی ترجمہ انہوں نے ہی سلطان کی فرمائش پر کیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے تاریخ واقعات کشمیر بھی لکھی۔[22] سلطان زین العابدین کی علمی دوستی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے ایران ہندوستان اور ترکستان سے قلمی نسخے منگوا کران کا ترجمہ کروایا۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں ایک کتاب ہندی زبان کی جس کا اصل نام معلومنہیں ہوسکا بادشاہ نے فارسی میں ترجمہ کروائی اور اس کا نام افسانہ ہندیر کھا کو بڑی ضخیم کتاب ہے۔[23] شاہ میری دور میں کشمیر میں بہت سے تعلیمی ادارے قائم کئے گئے جو عوام کی فلاح وبہبود کے لیے قائم کئے گئے تھے۔ شاہ میری دور میں کشمیر کے تعلیمی اداروں میں مدرسہ ولائبریری سلطان شہابدین، عروۃ الوثقیٰ، مدرسہ ملا کبیر، مدرسہ خانقاہ شیخ اسماعیل کبیری، مدرسہ سیر، مدرستہ العلوم سیالکوٹ، قرآن کالج، قطب الدین کا قائم کردہ کالج، سلطانسکندر کا قائم کردہ کالج، بڈشاہی کالج، مدرسہ دارالشفاء، مدرسہ سلطانیہ، اشمیونیورسٹی، خانقاہ معلی وغیرہ شامل ہیں۔[24] سلطان زین العابدین کا دور علم وادب میں عروج کا دور ہے اس کے بعد حسن شاہ کا دور شروع ہوتا ہے جو علم وادب کا دلداہ تھا۔ اس کے عہد میں بھی ایران اور ترکستان سے علماء کشمیر آتے رہے سلطان نے علوم وفنون کی سرپرستی میں زین العابدین کی مثال کو پیش نظر رکھا۔ سلطان حسن شاہ کو موسیقی سے بہت لگاؤ تھا۔ اس نے ہندوستان سے بہتسے موسیقی کے ماہرین کو کشمیر بلوایا تھا۔ مورخین ان

ہندوستانی سنگیت دانوں کی تعداد بارہ سو بتاتے ہیں۔ سلطان حسن شاہ کی والدہ گل خاتون نے جھیل ڈل کے کنارے پکھری بل میں ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کروایا۔ سلطان حسن کیملکہ حیات خاتون بھی علم سے شغف رکھتی تھی۔[25] حسن شاہ جن علماء کا احترام کرتا تھا ان میں سید تاج الدین بہقی، سید احمد بہقی، سید حسن منطقی، سید محمد علی پائے کے شاعر تھے۔ سلطان حسن شاہ نے کئی مدرسے اور مسجدیں تعمیر کروائیں اس زمانے کے مورخ شری کے مطابق خود سلطان نے خانقاہوں اور مدرسوں کا جال بچھادیا اس کے دور میں مدرسہ دارالشفاء کی بھی از سر نو تعمیر کرائی گئی، اس مدرسے کے صدر ابوالمشائخ شیخ عثمان کے پوتے تھے جو شاہمدان کے قائم کردہ مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے اور اپنے وقت کے شیخ الاسلام اور سلطان کے روحانی پیشوا تھے۔

محب الحسن کے مطابق، بادشاہ کی ملکہ شاہ بیگم اور اس کے وزیر اعظم ملکا حمد کی بیوی نوروز اور تازی بٹ جیسے امرا حسن شاہ کے دور میں تعلیم سے بہت دلچسپی رکھتے تھے اور اپنے ذاتی خرچ سے مدرسے قائم کرتے تھے۔[26] سلطان حسن شاہ کے عہد میں میر شمس الدین عراقی کی کشمیر آمد ہوئی اس نے شیعہ عقائد پر مبنی فارسی میں احوط نام کی ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی۔ اختلافات کے بعد جب شاہمیری خاندان کا خاتمہ ہوا اس سارے دور میں مرزا حیدر دوغلالت کے اقتدار میں آنے تک کئی تاریخی کتابیں فارسی میں لکھی گیئں جن میں قاضی ابراہیم کی تاریخ قلمرو کشمیر، سید محمد علی کی تاریخ کشمیر شامل ہیں۔ مرزا حیدر ایک اچھا قلم کار بھی تھا اس کی تصنیف تاریخ رشیدی اس عہد کے حالات سے متعلق مستند تاریخ کی حیثیت رکھتی ہے۔ سلاطین عہد میں ہر میدان میں بہت ترقی ہوئی بالخصوص علم وادب کے میدان میں بے پایاں عروج پایا۔ شاہ میری خاندان کے عظیم بادشاہ زین العابدین کی وفات کے بعد اس کے نالائق جانشین اس کی دی ہوئی حکومت کو نہ سنبھال سکے اور ان کی غفلت کی وجہ سے چک خاندان بر سر حکومت آیا اور ۲۳ سال حکومت کی اس مختصر مدت میں انہوں نے بھی کشمیر کے اندر علم وادب کے چراغ کو بجھنے نہ دیا۔ کشمیر میں چکوں کا جد امجد لنگر چک دردستان سے آکر راجہ سہدیو کے پاس ملازم ہوا۔ اس کی اولاد کے لوگ شاہ میری عہد میں بڑے بڑے عہدوں پر پہنچے۔ چکوں نے شاہمیری دربار میں کافی اثر ورسوخ حاصل کر لیا تھا۔ شاہمیری خاندان کے آخری دور کی بدنظمی میں چکوں کا بڑا ہاتھ تھا ان کی سازشوں سے اس خاندان کو تخت سے محروم ہونا پڑا۔ ابتداء میں چک خاندان کو سخت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن اپنی کمال حکمت عملی کی بدولت انہوں نے تمام مشکلات پر قابو پاکر انتظام اپنے ہاتھ لیا۔[27] داد شجاعت دینے کے ساتھ ساتھ چک بادشاہ داد عیش بھی تھے۔ انہیں موسیقی رقص وسرور اور فنون لطیفہ سے کافی لگاؤ تھا اسی لیے انہوں نے قلیل عرصہ میں کشمیر میں علمی وادبی شمع کو روشن رکھا۔ چک سلاطین کے عہد میں فارسی علم وادب اور شاعری کو پھر سے ایک نئی تحریک نصیب ہوئی۔ چونکہ چک شاہمیری دور سے ہی امور مملکت میں شامل ہو چکے تھے اس لیے فارسی ادب سے وہ آشنائی حاصل کر چکے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور بھی ایسے اسباب بھی موجود تھے جن کی وجہ سے کشمیر میں فارسی اور مزید فروغ ملا۔ اس کا ایک سبب یہ تھا کہ چک سلاطین شیعہ مسلک پر چلتے تھے اس لیے اس زمانے میں ایران سے کئی شیعہ علماء کشمیر آئے تھے، دوسرا سبب یہ تھا چک حکمرانوں میں بعض علم وادب کے قدردان اور سرپرست بھی تھے جن میں حسین شاہ اور یوسف شاہ خود بڑے پائے کے شاعر تھے۔

چک حکمرانوں میں حسین شاہ شاعری کا دلدادا تھا۔ وہ سلطنت کے کاموں میں مصروفیات کے باوجود شعر و سخن کی دلچسپیوں کے لیے بھی وقت نکال لیتا تھااور کبھی کبھی فکر شعر بھی کرتا تھا۔ حسین شاہ کی سرپرستی کا شہرہ سن کر بہت سے شاعر اور عالم ایران اور دوسرے مقامات سے کشمیر آئے تھے ان سب کو دربار تک رسائی ہوتی تھی، حسین شاہ ان کی بہت قدر و منزلت کرتا تھا اور انعام و اکرم سے بھی نوازتا تھا۔ حسین شاہ کے عہد میں کچھ اچھے فارسی شعرا منظر عام پر آئے جن میں ملا نامی اوّل اور ملا نامی ثانی، ملا مہدی، باباطالب اصفہانی اور میر علی قابل ذکر ہیں۔ باباطالب اصفہانی حسین شاہ کے بعد بھیموجود رہے۔ واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خوش فکر شاعر تھا ملا نامی ثانی اس کے دربار کا خاصشاعر تھااور اسے بادشاہ کے مزاج میں بڑااثر ورسوخ تھے۔[28] حسین شاہ چک علم وادب میں بھی کافی دلچسپی رکھتا تھا۔ اس نے علمی اداروں کو بھی فروغ دینے کے لیے بہت سے اقدامات کیے۔ وہ خود بھی اچھا شاعر تھا لیکن اس کا کلام زیادہ نہیں ملتا۔ حسین شاہ چک علم وادب اور موسیقیکا شائق تھا فارسی میں شاعری بھی کرتا تھا۔ یوسف شاہ کے دور ہیں چونکہ حالات خراب تھے جس کی وجہ سے اس کے شعر و سخن کے ذوقکو وہ تکمیل نہیں ملی لیکن حرب وپیکار کی فضامیں یوسف شاہ کے شعری ذوق کا یہ کارنامہ قابل تحسین ہے۔

باباطالب اصفہانی کو بادشاہ اور امراء میں بہت اہمیت حاصل تھی اس نے امراء کی نزاع میں صلح وصفائی کی بھی کوشش کی تھی اس کا شعر و سخن کا ذوق بہتا چھا تھا۔ یوسف شاہ کے درباری شعراءمیں مولانا احمد کو بڑادرجہ حاصل تھا، وہایک اچھا شاعر اور عالم تھا مغلوں کے ساتھ یوسف شاہ کی جنگ پر اس نے ایک مثنوی بھی لکھی تھی مثنوی کا انداز بالکل شاہنامہ فردوس جیسا ہے۔[29] محمد امین مستغنی یوسف شاہ کے مصاحبوں میں تھا ان کا کلام کسی بھی ایرانی شاعر سے کم نہ تھا جب یوسف شاہ اکبر بادشاہ کے دربار میں گیا اور اسکے بارے میں متفکر تھے، مستغنی نے دیوان حافظ سے فال لیا تھا۔ مستغنی نے کشمیر کی تعریف میں ایک رباعی بھی لکھی ہے۔ چک سلاطین کے عہد میں حضرت مخدم شیخ حمزہ کی بابرکت ذات کا فیضان جاری ہوا۔ آپ شاہمیری سلطنت کے آخری زمانے میں پیدا ہوئے تھے اور آپ کا تعلق کشمیر کے مشہور رینہ خاندان سے تھا۔ آپ کے بھائی بابا علی رینہ اور آپ کے مرید بابا داؤد خاکی آپ ہی کے فیض صحبت کے زیر اثر رہے ہیں۔ بابا علی رینہ نے زاہدوں اور عارفوں سے متعلق ایک کتاب بھی فارسی میں لکھی تھی جو تذکرۃ العارفین کے نامسے موسوم ہے۔ یعقوب شاہ چک جو یوسف شاہ چک کا بیٹا اور جانشین تھا اس کو خانہ جنگی اور خلفشار باپ سے ریاست کے ساتھ ورثہ میں ملے تھے لیکن کشمیر کیشعر خیز فضاء اور باپ کے شعری ذوق سے بھی اسے حصہ ملا تھا چنانچہ شعر سے اسے بھی خاص قسم کا ربط تھا اس زمانے میں جو شیعہ سنی فسادات شروع ہو گئے تھے وہ سب اشعار کی شکل میں ملتے ہیں۔ بابا داؤد خاکی نے علم ظاہری اور باطنی کے لیے رہبری کی تلاش میں دور دراز کے سفر بھی کیے تھے اور ملتان کے مشہور علماء اور صوفیاء سے فیض بھی حاصل کیا تھا۔ کشمیر واپس ہونے کے بعد بابا داؤد خاکی نے حضرت مخدوم حمزہ کی خدمت میں روحانی مدارج حاصل کیے بابا علی رینہ نے زاہدؤں اور عرفا کے بارے میں ایک کتاب بھی لکھی تھی جو تذکرۃ العارفین کے نام سے موسوم ہے۔ آپ حضرت مخدوم حمزہ سے فیض پائے ہوئے علماء میں سب سے زیادہ سربر آوردہ ہیں آپ نے ملا بشیر اور علامہ رضی سے جو اس زمانے کے مشہور عالم تھے، عربی، فارسی اور دینیات کی تعلیم حاصل کی تھی۔ چک سلاطین کے عہد میں کچھ اہم تاریخیں بھی لکھی گئیں تھیں جن میں سید علی ماگرے کی مختصر تاریخ کشمیر،

بہارستان شاہی، سید محمد مہدی نے لکھی ہے ہدایت المخلصین میر حیدر علی، راخت الطالبین خواجہ حسن قادری نے اور چلچلہ العارفین خواجہ اسحاق نے لکھی ہے۔

شاہ میری دور کے سلاطین، امراء اور علماء نے حتیٰ المقدور تعلیمی فروغ میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کی بناپر کشمیر کو اہل نظر ایران صغیر کہتے تھے۔ یہ دور فارسی زبان و ادب کے آغاز و ارتقاء کا دور تھا۔ اگرچہ تمام سلاطین نے فارسی کے فروغ کے لیے اقدامات کیے۔ مگر اصل سہرا زین العابدین کے سر جاتا ہے۔ اس بادشاہ نے کشمیر میں فارسی زبان کو فروغ دینے میں نمایاں کارنامے سرانجام دیے۔ جن میں مدرسوں کا قیام، علماء و فضلاء کی سرپرستی، دوسرے ممالک سے کتب کی دستیابی اور ان کو فارسی میں تراجم کروانا، اور ہندو مسلم کو بغیر تخصیص کے اس کام کے لیے آمادہ کرنا۔ یہی وہ کاوشیں تھیں جو رنگ لائی اور کشمیر فارسی علم و ادب کا گہوارہ بن گیا۔ مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو چکوں کی حکومت ابتداء سے لے کر انتہا تک فتنہ و فساد، بغض و عناد، مذہبی منافرت، شورشوں اور بے اعتدالیوں سے عبارت ہے لیکن اس کے باوجود چک عہد میں ہر میدان میں بہت ترقی ہوئی بالخصوص علم و ادب کے میدان میں بے پایاں عروج حاصل کیا۔ چک سلاطین کے عہد میں فارسی علم و ادب اور شاعری کو پھر سے ایک نئی تحریک ملی۔ چک عہد میں فارسی علم و ادب نے بہت ترقی کی کیونکہ چک سلاطین علماء و شعراء کے بڑے قدردان تھے۔ ۲۳ سال حکومت کی اس مختصر مدت میں انہوں نے کشمیر کے اندر علم و ادب کے چراغ کو بجھنے نہ دیا چک سلاطین کے عہد کے ختم ہونے کے ساتھ ہی کشمیر میں فارسی ادب اور شاعری کا مذہبی اور عملی کردار تبدیل ہونے لگتا ہے، مغلوں کے عہد میں نئے شاعر جو ایران سے ہندوستان اور کشمیر آنے لگے ان کے ساتھ شعر و ادب کی کچھ نئی روایات بھی کشمیر پہنچیں۔ یہ سلسلہ یہاں رکا نہیں بلکہ آگے بڑھتا گیا جو افغانوں، مغلوں، سکھوں اور ڈوگرہ دور تک بھی چلتا رہا۔ جو پودا سلاطین نے فارسی کا کشمیر میں لگایا وہ تناور درخت بنا۔

حوالہ جات

---

[1] صوفی۔ جی۔ ایم ڈی، کشیر، پنجاب یونیورسٹی 1948ء ص 491

[2] ایضا

[3] عبدالقادر سروری، پروفیسر، کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ، تاجران کتب سرینگر، ص ۳۳۔

[4] عنصر صابری، تاریخ کشمیر، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۱، ص ۷۸۔

[5] ایضا۔ ص ۲۵

[6] غلام محمد شاد، شیر ازہ شاہ ہمدان، جموں و کشمیر اکیڈمی آرٹ اینڈ کلچر، ص ۱۷

[7] عبدالقادر سروری، پروفیسر، کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ، تاجران کتب سرینگر، ص ۶۳۔

[8] محب الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں، کراچی، ۱۹۹۰، ص ۵۳

[9] جی ایم ربانی، کشمیر کی سماجی اور ثقافتی تاریخ، انمول پبلیکیشنز، دہلی انڈیا، صفحہ 1

[10] م۔ م۔ مسعودی، کشمیر کے فارسی ادب کی تاریخ، حنان پبلشرز سرینگر، ۱۹۹۳، ص ۸۱

[11]ایم ایل کپور، کنگڈم آف کشمیر، 2005، گلشن کتب، ص 207

[12]جی۔ایم۔ میر، کوہستان قراقرم سے بحر قزوین تک، لاہور مکتب، ۶۹۹۱، ص ۱۲۱

[13]محمد دین فوق، شباب کشمیر، دارالتحقیق واشاعت لاہور، ۳۰۰۲، ص ۲۹۱۔

[14]ایم ایل کپور، کنگڈم آف کشمیر، 2005، گلشن کتب، ص 226,27

[15]سید محمود آزاد، تاریخ کشمیر، اپر چھتر مظفر آباد، ص ۲۲۳

[16]م۔م۔ مسعودی، کشمیر کے فارسی ادب کے تاریخ، حنان پبلشرز سرینگر، ۳۹۹۱، ص، ۹۱

[17]سرینگر، ۳۹۹۱، ص، ۹۱ حبیب کیفوی، کشمیر میں اردو، لاہور، ص، ۳۔

[18]۔نذیر احمد تشنہ، پروفیسر، تاریخ کشمیر ۴۲۳۱ تا ۵۰۰۲، الفیصل ناشران، ۶۰۰۲۔ ص ۳۵

[19]ڈاکٹر سلام الدین نیاز، ان کہی داستان کشمیر، کلاسیک لاہور، ۲۹۹۱، ص ۰۷

[20]۔سید محمود آزاد، تاریخ کشمیر،، اپر چھتر مظفر آباد، ص ۸۱۳

[21]محمد دین فوق، تاریخ بڈشاہی، ظفر برادر لاہور، ۴۴۹۱، ص۔ ۱۶۳، ۲۶۳

[22]ایم ایس ناز، ڈاکٹر، کشمیر عہد بہ عہد، اردو بازار لاہور، ص، ۱۷۔

[23]محمد دین فوق، تاریخ بڈشاہی، ظفر برادر لاہور، ۴۴۹۱، ص ۵۳۳۔

[24]عبدالمجید بانڈے، ڈاکٹر، شاردہ سہ ماہی، ۹۰۰۲، تحقیقی مجلہ: ادارہ مطالعہ کشمیر آزاد جموں و کشمیر یونیورسٹی مظفر آباد۔ ص ۱۱۱۔۲۱۱

[25]۔م۔م۔ مسعودی، کشمیر کے فارسی ادب کی تاریخ، حنان پبلشرز سرینگر، ۳۹۹۱، ص ۰۵

[26]محب الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں، سادات کالونی کراچی، ۷۶۹۱، ص ۵۱۲

[27]۔سید محمود آزاد، تاریخ کشمیر، سیادت پبلکیشنز مظفر آباد آزاد کشمیر، ۰۸۹۱، ص ۱۶۳۔

[28]م، م، مسعودی، کشمیر کے فارسی ادب کی تاریخ، حنان پبلشرز سری نگر، ۳۹۹۱، ص ۳۱

[29]پروفیسر عبدالقادر سروری، کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ، مدینہ چوک سرینگر، ۲۱۰۲، ص ۶۵

References

1. Sufi G. MD, Kashir, Punjab University, 1948, p. 491
2. Ibid.
3. Abdul Qadir Sarwari, Professor, History of Persian Literature in Kashmir, Tajran Books, Srinagar, p.33.
4. Ansar Sabri, History of Kashmir, Urdu Bazar Lahore, 1991, p. 78.
5. Also, p. 25
6. Ghulam Mohammad Shad, Shiraza Shah Hamdan, Jammu and Kashmir Academy Art and Culture, p.17
7. Abdul Qadir Sarwari, Professor, History of Persian Literature in Kashmir, Tajran Kitab Srinagar, p. 63.
8. Muhibul Hasan, Kashmir in the Age of Sultans, Karachi, 0991, p. 53
9. GM Rabbani, Social and Cultural History of Kashmir, Anmol Publications Delhi India, p.1
10. M. M. Masoodi, History of Persian Literature of Kashmir, Hanan Publishers Srinagar, 3991, p. 81
11. ML Kapoor, Kingdom of Kashmir, 2005, Gulshan Books, p. 207

12. Yes M. Mir, Kohistan from Karakoram to Buharqazwain, Lahore Maktab, 6991, p. 121
13. Muhammad Deen Fawq, Shibaab Kashmir, Dar al-Thaqiq and Publication, Lahore, 3002, p. 291.
14. 226, 27ML Kapur, Kingdom of Kashmir, 2005, Gulshan Books, p.
15. Syed Mahmood Azad, History of Kashmir, Upper Chhatar Muzaffarabad, p. 223
16. M. M. Masoodi, History of Persian Literature of Kashmir, Hanan Publishers, Srinagar, 3991, p. 91
17. Srinagar, 3991, p. 91. Habib Kaifoui, Urdu in Kashmir, Lahore, p. 3.
18. . Nazir Ahmed Tashna, Professor, History of Kashmir 4231 to 5002, Al-Faisal Publishers, 6002. p. 35
19. Dr. Salamuddin Niaz, An Kahi Dastan Kashmir, Classic Lahore, 2991, p. 07
20. . Syed Mahmood Azad, History of Kashmir, Aparchhatar Muzaffarabad, p. 813
21. Muhammad Deen Fawq, Tarikh Badshahi, Zafar Baradar Lahore, 4491, pp. 263, 163
22. MS Naz, Dr., Kashmir Epoch by Epoch, Urdu Bazar Lahore, p. 71.
23. Muhammad Deen Fawq, Tarikh Badshahi, Zafar Baradar Lahore, 4491, p. 533.
24. Abdul Majeed Bande, Dr., Sharda Quarterly, 9002, Research Journal: Institute of Kashmir Studies, Azad Jammu and Kashmir University, Muzaffarabad, pp. 111-211
25. M. M. Masoodi, History of Persian Literature of Kashmir, Hanan Publishers, Srinagar, 3991, p. 05
26. Muhibul Hasan, During the reign of the Sultans of Kashmir, Sadat Colony, Karachi, 7691, p. 512
27. Syed Mahmood Azad, History of Kashmir, Sayadat Publications Muzaffarabad Azad Kashmir, 0891, p. 163.
28. M. M. Masoodi, History of Persian Literature of Kashmir, Hanan Publishers, Srinagar, 3991, p. 31
29. Par Wafiser Abdul Qadir Sarwari, History of Persian Literature in Kashmir, Medina Chowk Srinagar, 2102, p.65